رسول اکرمؐ کا معیارِ زندگی

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

رسولِ اکرمؐ نے ایک عظیم الشان انقلاب برپا فرمایا۔ ایک سلطنت اور حکومت قائم کی۔ ایک صالح ترین معاشرہ قائم فرمایا اور ایک نظامِ زندگی جاری کر دیا۔ یہ سب کچھ تئیس سال کی قلیل مدت میں ہو گیا۔ درحقیقت آپؐ اسلامی انقلاب کے کامیاب ترین داعی اور دنیا کا سب سے عظیم جامع اور پُرامن انقلاب برپا کرنے والے تھے۔ لیکن اتنا حیرت انگیز کارنامہ انجام دینے کے بعد ایک مملکت کے سربراہ ہوتے ہوئے آپؐ نے اپنے لیے رضاکارانہ طور پر جو معیارِ زندگی اختیار فرمایا۔ وہ بھی حیرت انگیز ہے۔ قیصرؔ کسریٰؔ کے دور میں رہتے ہوئے آپؐ کا جو معیارِ زندگی تھا آپ اس پر بھی ایک نظر ڈالیے۔

گھر کا ایک منظر حضرت عمرؓ حضورؐ کے رہائشی کمرے میں تشریف لے گئے تو انہوں نے وہاں دیکھا کہ:۔

"ایک طرف کھجور کی چٹائی پڑی تھی، ایک کونے میں تھوڑے سے جَو پڑے تھے دیوار پر ایک بکری کی کھال لٹک رہی تھی، حضورؐ کے جسم پر کھجور کی چٹائی کے نشان موجود تھے اور جسم مبارک پر ایک تہ بند اور معمولی چادر تھی۔"

حضورؐ کی محرمِ راز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کی زندگی کا ایک رُخ بیان کرتی ہیں:۔

"میں حضورؐ کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی اور اضطراب سے آپؐ کے پیٹ پہ ہاتھ پھیرتی جو فاقہ سے دب گیا تھا اور عرض کیا کرتی: "میری جان آپ پر قربان، خدا کے لیے دنیا میں سے اتنا تو قبول فرمالیجیے جو جسمانی قوت کو قائم رکھنے کے لیے کافی ہو"، تو آپؐ فرماتے:۔ "عائشہ! مجھے دنیا سے کیا کام، میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس

سے بھی سخت حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔ اور وہ اسی چال پر چلے اور خدا کے سامنے گئے اور خدا نے اُن کو نوازا اور پورا بدلہ دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی بسر کرتا ہوں تو مجھے شرم آتی ہے کہ کل میں اُن سے کم نہ جاؤں۔ دیکھو جو چیز مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے وہ یہی ہے کہ میں اپنے بھائیوں (سابق انبیائے کرام علیہم السلام) سے جا ملوں۔"[1]

رضاکارانہ فقرِ نبوی حضورؐ کی یہ عسرت بھری زندگی ایک اختیاری اور ارادی زندگی تھی۔ اس میں معاشی حالت کی خرابی، مالی مشکلات کی دشواری، افلاس کی زیادتی اور روپے پیسے کی کمی کا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہ حضورؐ کی مدنی زندگی کا نقشہ تھا جب کہ آپ کی فوجیں دُنیا کو فتح کرنے کے لیے ہر چہار طرف آگے بڑھ رہی تھیں۔ حضورؐ کے سفیر شاہانِ عالم کے درباروں میں رعب و دبدبے کے ساتھ اسلام قبول کرنے، اطاعت قبول کر کے خراج اطاعت یعنی جزیہ دینے یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جانے کے الٹی میٹم لے کر جا رہے تھے۔ اسلامی تحریک عرب کی سرحدات کو عبور کر کے روم و فارس کی سرحدات کی طرف بڑھ رہی تھی۔ یہ اُس دَور کی سب سے بڑی عظیم الشان سلطنتیں تھیں۔ خراج اور مالِ غنیمت مختلف فتوحات کے نتیجے میں مدینہ کے دارالخلافت کی طرف دریا کے دھارے کی طرح بہہ رہا تھا اور عسر کا دَور ختم ہو کر یسر کا دَور شروع ہو چکا تھا۔

فقر، تربیت کا حصہ حضورِ اکرمؐ ایک خوشحال گھرانے کے فرد تھے۔ بلاشبہ بچپن کے کچھ ایام انہوں نے والدین کی وفات کے سبب کچھ کچھ عُسرت میں گزارے تھے۔ لیکن ان کے دادا عبدالمطلب کو اُن سے بے پناہ محبت تھی۔ لاڈ پیار میں وہ کسی ماں باپ والے بچے سے کم نہ تھے۔ جو ننھا بچہ بے تکلف دادا کی گدی پر چڑھ کر بیٹھ سکتا ہو، جب کہ اس وقت سردارِ قوم عبدالمطلب کی گدی پر چڑھ کر بیٹھنے کی کسی کو بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس سے دادا کی بے پناہ محبت کا کیا ٹھکانا ہو سکتا ہے۔ کچھ دن آپؐ نے بکریاں بھی چرائیں جو قدرت کی طرف سے سنتِ انبیاء ہے۔ جس سے انسان کی طبیعت صبر و تحمل، محنت و مشقت اور خاموشی و سکوت میں غور و فکر کی عادی ہو جاتی ہے۔ جب تک انسان آثارِ کائنات پر غور نہ کرے اور اس کی تخلیق کے بارے میں سوچ بچار نہ کرے۔ وہ ان حقائق تک

[1] رحمۃ للعالمین جلد دوم ص ۳۵۷

نہیں پہنچ سکتا جن حقائق پر اس کائنات کی سرشت رکھی گئی ہے۔ غور و فکر کے بغیر انسان مالکِ کائنات تک نہیں پہنچ سکتا۔ آیاتِ الٰہی قدم قدم پر اپنے خالق کی طرف خاموش اشارہ کرتی ہیں لیکن ان اشاروں کو سمجھنے کے لیے یکسو دل اور پُرسکون دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ چیز فطرت کی کھلی گود میں بکریوں کے ریوڑ کے پیچھے یا درختوں اور پہاڑوں کے دامن میں انسان کو خوب حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس سوچ بچار کے نتیجے میں پہلے خود توحید کا راز پایا تھا اور پھر اللہ کی طرف سے ہدایت کا علم حاصل کیا تھا۔ حضور اکرمؐ ایک خوش حال اور کھاتے پیتے گھرانے کے فرد ہونے کے باوجود ان حالات سے دوچار ہوئے، جن سے دوچار ہوئے بغیر آپ وہ ابتدائی اور فطری پیغمبرانہ تعلیم و تربیت حاصل نہ کر سکتے تھے جو مطلوب تھی۔ اس لیے آپ کو دادا کے انتقال کے بعد ایک ایسے چچا کی سرپرستی حاصل ہوئی، جو دیگر چچاؤں کے مقابلے میں مالی لحاظ سے کمتر تھا، لیکن جس کا دل رحم و محبت کا سرچشمہ اور جو اپنے پیارے یتیم بھتیجے کے لیے ہمہ پہلو شفقت و مرحمت کا مجسمہ تھا۔ ان ایام میں حضورؐ چند سال بکریاں چرا کر ایک طرف اپنے محترم چچا کی آمدنی میں اضافہ کا باعث ہوئے اور دوسری طرف آپؐ کو شہر کی متمدن سوسائٹی سے جو کفر و شرک میں ملوّث اور اخلاقی قدروں سے محرومی کے سبب بناؤ سے زیادہ بگاڑ کا باعث بنی ہوئی تھی، بچ کر فطرت کی گود میں رہنے کا موقع میسر آگیا۔ آپؐ دن بھر بکریاں چراتے، شہر سے باہر پہاڑوں میں گھومتے اور رات کو ریوڑ لے کر واپس آتے تو تھک کر آرام فرماتے۔ اس طرح اس سنتِ پیغمبرانہ نے آپؐ کو مکہ کی مشرکانہ اور کافرانہ سوسائٹی کے مسموم ماحول سے بچا کر پوری طرح فطرتِ ابراہیمی کے مطابق پالا۔

تجارت اور ثروت

جب آپؐ ذرا بڑے ہوئے تو تجارت میں دلچسپی لینے لگے اور اپنے چچا کے ساتھ شام کی طرف تجارتی سفر میں بھی گئے۔ اس تجارتی تجربے اور شعور سے متاثر ہو کر مکہ کی نہایت مالدار اور صاحب ثروت خاتون خدیجۃ الکبریٰؓ نے جو اپنے پاکیزہ کردار کے سبب طاہرہ کے نام سے موسوم تھی، آپؐ سے نفع کی شراکت کی بنیاد پر اپنے کاروبار کی کارمختاری کرنے کی درخواست کی، جسے آپؐ نے اپنے چچا سے مشورہ کے بعد قبول کر لیا۔

حضورؐ شعور کی اوّلین عمر سے کما رہے تھے۔ محنت، دیانت، شرافت، مشقت، ذہانت اور اچھی شہرت جیسی صفات آپؐ کے پاس وافر تھیں۔ ان انسانی خصوصیات کے ساتھ انسان جس کاروبار

میں جلتے اُس میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ لڑکپن سے نکل کر نوجوانی کی بالکل ابتدائی عمر میں ہی حضورؐ اپنے چچا کے ساتھ کاروبار میں دلچسپی لیتے اور اُن کا ہاتھ بٹاتے چلے آرہے تھے۔ اس کے بعد چچا کے مشورے سے ہی سے حضرت خدیجہؓ طاہرہ کے کاروبار میں نگرانِ اعلیٰ اور شریکِ کار کی حیثیت سے شامل ہوگئے۔ اس کاروبار میں دیانت اور امانت کا سکہ ایسا رواں ہوا کہ لوگوں کے درمیان آپؐ کے صادق اور امین ہونے کی شان اور زیادہ نمایاں ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ یہ صادق اور امین کے خطاب جو آپؐ کو قوم نے دیے تھے، یہ کسی گمنامی میں تو نہیں دیے گئے تھے۔ بار بار کے معاملات دیکھ کر، برت کر، ان کی ساکھ اور دیانت کا بار بار تجربہ کر کے ہی دیے گئے ہوں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضورؐ کے مالی حالات مکہ میں بھی بے حد کشادہ تھے اور جب آپ کی شادی مکہ کی عظیم تاجرہ خاتون طاہرہ سے ہوگئی، پھر تو آپ دولت کی ریل پیل کے درمیان جا کھڑے ہوئے تھے۔ غرض مکہ کی دولت کا تجارتی دھارا آپ کے قدموں میں سے گزرتا تھا۔ جب آپؐ نے مکہ سے ہجرت کی، تب بھی آپؐ کے پاس مکہ کے مالدار افراد کی اتنی امانتیں پڑی ہوئی تھیں کہ انہیں لوٹانے اور تقسیم کرنے کے لیے باقاعدہ حضرت علیؓ کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی جو انہوں نے حسن و خوبی سے ادا کی۔ پھر جس جس شخص کی امانت اُسے اس حالت میں صحیح سالم ملی ہوگی کہ مکے سے جانے والا جو شخص اپنی قوم کے تشدد اور ظلم کی وجہ سے شہر چھوڑ کر چلا گیا ہے اس نے یہ امانت واپس کی ہے تو اُن کے دل اندر سے کتنے متاثر مرعوب اور مفتوح ہونے ہوں گے۔

خوشحال ملک التجار

غرض یہ بات یقینی ہے کہ حضورؐ ایک خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے بعثت اور اعلانِ نبوت تک مکہ میں ایک خوش حال زندگی گزاری تھی۔ آپ کے جگری دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے لوگ بھی مکہ کے خوش حال لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ مکہ سے مدینہ آنے کے بعد بلاشبہ کچھ ابتدائی ایام سختی اور تنگ دستی کے گزر رہے تھے جو ہجرت کا لقینی نتیجہ ہوتے ہیں۔ لیکن حضورؐ نے جو عظیم الشان نظامِ اخوت قائم کیا تھا۔ اس نے تباہ حال مہاجروں کا مسئلہ ابتدا میں ہی فوری طور پر حل کر دیا تھا۔ چنانچہ مکہ کے تاجر پیشہ مہاجر لوگوں نے جلد مدینہ کے کاشت کاروں کی تجارتی منڈی میں اپنے پاؤں جما لیے۔ پھر ہجرت کے دوسرے سال کے نویں مہینے رمضان المبارک کی ۱۷ تاریخ کو وہ معرکۂ بدر پیش آیا جس نے ایک طرف اسلام کو قریش کی مدِ مقابل

قوت ثابت کر دیا تو دوسری طرف اسلام کو ایک ریاست اور مملکت کی حیثیت بھی دے دی۔ اب حضورؐ مدینہ کی جدید اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت رکھتے تھے اور آپؐ کی اس نبوی حیثیت میں ریاست کے تمام مناصب کے اختیارات بھی جمع تھے۔ آپؐ بیک وقت جدید ریاست کے سربراہ، قانون ساز، شارع، منصفِ اعلیٰ، فوجوں کے قائد اور عام مسلمانوں کے محبوب رہنما اور ہادی تھے۔ آپؐ نے مدینہ میں آنے کے بعد بہت سے سیاسی، تمدنی، معاشرتی اور اجتماعی اسباب کی بنا پر چند اور شادیاں بھی کیں اور سب ازواج کے لیے علیحدہ علیحدہ رہائش کا انتظام فرمایا۔ احکامِ قرآن کے ذریعے جنگوں میں مالِ غنیمت کو خدا اور اس کے رسول کا مال قرار دے کر اسے ریاستی ملکیت قرار دیا جا چکا تھا۔ لیکن یہ مال حضورؐ کی صوابدید اور اجازت کے مطابق تمام کا تمام مجاہدین میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ خود حضورؐ کے اہل بیت کا حصہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان اموال میں ہی مقرر کر دیا تھا۔ اللہ کے نبی کی مقدس حیثیت میں آپ کے ساتھ گہری محبت رکھنے والے اہلِ ایمان مختلف ذاتی ہدیے بھی اپنے دل کی گہرائیوں سے اظہارِ محبت و عقیدت کے طور پر کثرت سے بھیجتے رہتے تھے۔ جن کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تھا کہ حضورؐ ہمیں اتنے ہدیے بھیجتے تھے کہ بعض اوقات ہم حضورؐ کے ارسال کردہ ہدیے ہی اپنی طرف سے ہدیے کے طور پر آپؐ کی خدمت میں ارسال کر دیتے تھے۔

مالی اور معاشی لحاظ سے یہ نقشہ کسی مجبور و فقیر انسان کا نہیں ہے جو بھوک کی کثرت، لباس کی بوسیدگی، سامان کی کمی، سروسامانِ زندگی کی قلت پر اس لیے مجبور ہو گیا ہو کہ قلتِ معاش کے سبب اس کو ان پریشانیوں کے رفع کرنے اور اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کا سامان میسر نہیں ہوتا اور وہ اسبابِ زندگی کے لحاظ سے مسکین اور مال کی کمی کے سبب سے محتاج ہو۔ حضورؐ کی زندگی کا معاشی نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو جو تصویر حضرت عمرؓ نے حضورؐ کے کمرے میں دیکھی اور جس کا تذکرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بیان فرمایا۔ وہ قلتِ مال کا نتیجہ نہیں تھی۔ اس کے پیچھے دنیا سے استغنا، اس کی آسائشوں سے ارادی اجتناب، سروسامانِ زندگی سے بامقصد گریز اور مالِ دنیا سے بے اعتنائی نظر آتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے یہ الفاظ بہت غور طلب ہیں کہ:

"میری جان آپؐ پر قربان، خدا کے لیے دنیا میں سے اتنا تو قبول فرمالیجیے جو جسمانی قوت کو قائم رکھنے کے لیے کافی ہو۔"

اور جواب میں آپ کا یہ ارشاد کہ:۔

"عائشہؓ مجھے دُنیا سے کیا کام، میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ سخت حالت پر صبر کیا کرتے تھے اور وہ اسی چال پہ چلے اور خدا کے سامنے گئے اور خدا نے اُن کو نوازا، اب اگر میں آسودگی کی زندگی بسر کروں تو مجھے یہ بھی شرم آتی ہے کہ کل مَیں اُن سے کم رہ جاؤں ۔ دیکھو جو چیز مجھے سب سے پیاری ہے وہ یہی ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے جا ملوں۔"

مال و دولت سے استغناء

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضورِ اکرمؐ کا یہ مکالمہ صاف بتاتا ہے کہ اس حالت میں قلتِ معاش کا کوئی دخل نہ تھا۔ اور اس کا لفظ لفظ بتاتا ہے کہ آپؐ دُنیا کے سروسامان سے مکمل طور پر بے نیاز تھے۔ آپؐ کثرتِ سامان کو دُنیا میں ملوّث ہونا شمار کرتے تھے۔ جو اُن کے منصب سے فروتر مقام تھا۔ اشیاءِ دُنیا سے آپ مستغنی تھے۔ حضورؐ سے پہلے انبیاء کو بھی اللہ تعالیٰ نے جب کارِ نبوّت پر فائز کیا تو انہوں نے دُنیا میں ملوّث ہونے سے اجتناب کیا۔ وہ عمر بھر دُنیا سے اجتناب کی روش پر قائم رہے۔ حضورؐ آسودگی کی زندگی بالارادہ بسر نہ کرتے تھے۔ اس لیے کہ آپؐ کو اپنے بھائی انبیاء کے طریقے سے مختلف طریقہ اختیار کرنا پسند نہ تھا۔ آپؐ کو اللہ کی راہ میں ایثارِ نفس کے معاملے میں اپنے سابقہ بھائی رسولوںؑ سے کم رہنا مطلوب نہ تھا۔ جو چیز آپؐ کو سب سے زیادہ پیاری تھی وہ دُنیا نہیں بلکہ اپنے سابق برادرانِ نبوّت کی روش اور اُن سے ملاقات تھی۔ حضورؐ کو دُنیا میں تادیر رہنے اور اُس کے سروسامان سے استفادہ کرنے کی بجائے اپنے بھائی انبیائے کرام سے جا ملنا ہر شے سے زیادہ عزیز اور پیارا تھا۔ گویا سارے ہی انبیاء کا طریقہ مال سے استغناء رہا۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس ارشاد سے بات بہت صاف ہو جاتی ہے کہ:۔

"میری جان آپ پر قربان، خدا کے لیے دُنیا میں سے اتنا تو قبول فرما لیجیے جو جسمانی قوت کو قائم رکھنے کے لیے کافی ہو۔"

گویا حضورؐ نے دُنیا اور اس کے سروسامان کو خود دھتکار رکھا تھا اور مسئلہ مال کے حاصل نہ ہونے، میسّر نہ آنے، اور تنگ دستی سے فاقہ مستی تک نوبت پہنچ جانے اور مالی تنگی کا نہیں تھا۔ بلکہ مسئلہ یہ تھا کہ یہ آفتِ جان دُنیا حضورؐ کو کسی درجے میں بھی قبول نہ تھی۔ اس بات کی مزید وضاحت کے لیے وہ حدیث کافی ہے جس

ہیں نماز کے دوران حضورؐ نے کسی شے کو اسی طرح پیچھے دھکیلا تھا جیسے کسی سے بچنے کے لیے اُسے دھکیلا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے نماز کے بعد حضورؐ سے پوچھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ دُنیا مجسم ہو کر میری طرف آئی تھی اور میں نے اُسے دھتکار دیا۔

یہ جو چولہے میں مہینوں آگ نہ جلنے اور صرف کھجور اور پانی پہ ہفتوں گزر بسر کرنے کا تذکرہ آتا ہے، یہ غربت، مسکنت، مالی مجبوری اور معاشی بدحالی کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ ترکِ سامانِ دُنیا اور اجتنابِ راحتِ دُنیا کا مسئلہ تھا۔ چنانچہ خود اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی روش اختیار کر لی تھی۔ حضرت ابن زبیرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک لاکھ اشرفیاں بھجوائیں تو ایک نماز سے دوسری نماز کے آنے تک اُم المومنینؓ نے ساری اشرفیاں فی سبیل اللہ مساکین میں تقسیم کر دیں جبکہ خود روزے سے تھیں۔ جب ملازمہ نے کہا کہ شام کو پکانے کے لیے بھی کوئی شے گھر میں موجود نہیں ہے تو صرف اتنا فرمایا کہ پہلے بتا دیا ہوتا۔ حضورؐ کی تربیت ہی یہ تھی کہ حُبِ دُنیا پیدا نہ ہو۔ مومن کے لیے حُب ایک ہی کافی ہے اور وہ حُبِ اللہ اور رسول کے سوا کسی دوسری شے کی جائز اور درست نہیں ہے۔ غرض حضور اکرمؐ کی یہ روش تمام تر اجتنابِ دُنیا پر مبنی تھی۔ اس لیے کہ جو شخص دُنیا کے پیچھے دوڑتا ہے، دُنیا اُس کے آگے دوڑتی ہے اور جو شخص دُنیا کے آگے دوڑتا ہے، دُنیا اس کے پیچھے دوڑتی ہے اور مومن جسے اِس دُنیا کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے سامنے مغلوب کرنا ہے اگر وہ خود دُنیا سے مغلوب ہو جائے تو پھر غلبۂ دین کہاں اور کیسے ہوگا۔

مومن اور عیشِ دُنیا

چنانچہ جب حضرت عمر فاروقؓ نے حضورؐ کے کمرے کا مختصر سا سرو سامان دیکھ کر حسرت سے کہا تھا۔ " یا رسول اللہ قیصر و کسریٰ تو دُنیا کا عیش کریں اور آپ کی قیام گاہ یہ معمولی کھجور کی چٹائی ہے، جس سے بدن مبارک پہ نشان پڑ گئے ہیں۔" تو حضورؐ نے اس بات کے جواب میں یہی فرمایا تھا کہ مجھے دُنیا سے کیا سروکار۔ حالانکہ حضرت عمر فاروقؓ حضورؐ کے سامنے دُنیا کی دیگر سلطنتوں کے سربراہوں کا اس منصب کی بنا پہ تذکرہ کر رہے تھے جو حضورؐ کو بھی حاصل تھا۔ اور آپؓ نے صرف یہ عرض کر رہے تھے کہ ایسی صورت میں نہ سہی ویسا آرام و راحت کا سامان، لیکن سربراہِ مملکت کی حیثیت سے آخر کچھ تو ہونا چاہیے لیکن حضورؐ نے ان کی گزارش کا صاف نفی میں جواب دے کر ایسی کسی بات کا امکان ہی ختم فرما دیا۔

حضورؐ کا یہی وہ نمونہ تھا جس نے اسلامی انقلاب کے بعد اسلامی مملکت کے سربراہوں کے سامنے اسلامی ریاست کے سربراہ کا معیارِ زندگی متعین کر دیا۔ جس کے نتیجے میں یہ منصب اس معیار کے ساتھ قائم ہوا کہ اگر کسی سربراہ مملکت نے اپنے قلیل ترین معاوضے میں سے بھی محسوس کیا کہ کچھ بچایا جاسکتا ہے تو اسی قدر اپنے معاوضے سے کمی کر دی اور موقعہ آیا تو بیت المال سے لیا ہوا سارا معاوضہ بھی اپنی جائداد فروخت کر کے واپس کر دیا۔ یہی وہ نمونہ تھا جس کی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ جیسا متقی انسان تیار ہوا تھا، جس نے ایک طرف قیصر و کسریٰ کو ہلا کر رکھ دیا اور دوسری طرف اجتنابِ دُنیا کی مثال قائم کر دی۔ وہ بیت المال کے اُونٹوں کو خود مالش کرتے تھے۔ اور بیت المقدس کی فتح کی چابیاں لینے کے لیے جب پیوند لگے کپڑوں کے ساتھ گئے تو سفر میں غلام سے سواری کی باری مقرر کر لی تاکہ انسانی مساوات قائم رہے۔ یہی وہ نمونہ تھا جس نے حضرت عثمانؓ کو اُمتِ مسلمہ کے لیے اپنی ساری جائداد لٹا دینے پر آمادہ کر دیا تھا۔ یہی وہ نمونہ تھا جس نے حضرت علیؓ کو جَو کی روٹی کھانے، پیوند لگے کپڑے پہننے اور رات رات بھر جاگ کر اللہ کی عبادت کرنے کی تعلیم دی تھی۔

عُسرت اور انقلاب غرض حضورؐ کے دفتر میں حکمتوں کے خزانے پوشیدہ ہیں۔ انسان سازی، تعمیرِ اخلاق، اسوۂ حسنہ اور ایک نئی اُصولی نظریاتی اور انقلابی ریاست کو پوری مخالف دُنیا کے سامنے حسنِ کردار سے مزین کر کے پیش کر دینا معمولی معجزہ نہیں ہے۔ خوشحالی ہمیشہ انسانی قویٰ کے زوال و انحطاط کا موجب بنتی ہے۔ اور عسرت و تنگ دستی قویٰ کی مضبوطی، ہمت و شجاعت، محنت و مشقت اور انقلاب کی کھکیڑ سہنے کے لیے تیار کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ دُنیا میں انقلابی تبدیلیاں خوشحال لوگوں کے ذریعے کبھی نہیں آئیں۔ سلطنتوں کے بانی، جفاکش، محنت پیشہ، عُسرت پسند اور تنگ دست لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔ اور سلطنتوں کو ڈبونے والے ہمیشہ عیش و عشرت کے دلدادہ، آرام طلب، عیش کوش اور سہولت پسند لوگ ہوتے رہے ہیں۔ یہ وہ اُصول ہے جو اس دُنیا کے مادی اسباب میں فطری طور پر ہمیشہ سے جاری و ساری ہے۔

اسلامی انقلاب کا مزاج حضورؐ نے اپنے اسلامی انقلاب کا مزاج سادہ، بے نیاز، متوکل، صابر، خدا ترس اور جفاکش بنایا۔ اس نظام کو ایک طرف دین و ایمان کے حسن و خوبی سے سجایا

گیا۔ اور دوسری طرف آپؐ نے خود اپنا نمونۂ فقر بھی پیش کیا تاکہ اسلامی انقلاب ان بنیادوں پر استوار ہو جو پائیدار ہیں۔ اور یہ بنیادیں اسے زوال و انحطاط سے بچا سکیں۔ آپ جانتے تھے کہ اگر مسلمان دُنیا میں ضرورت سے زیادہ ملوّث ہوئے تو عیش و عشرت اور دُنیا طلبی کے باعث باہمی کشمکش کر کے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اس لیے حضورؐ نے مسلمانوں کے زوال کا باعث دو چیزوں کو پیشگی طور پر ہی قرار دے دیا تھا۔

"میری اُمت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری اُمتیں اُس پر ٹوٹ پڑیں گی، جس طرح کھانے والے لوگ دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو کسی کہنے والے نے کہا کہ جس زمانے کا آپؐ حال بیان فرما رہے ہیں، کیا اُس زمانہ میں ہم مسلمان اتنی کم تعداد میں ہوں گے کہ ہم کو نگل لینے کے لیے قومیں متحد ہو کر ٹوٹ پڑیں گی؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں اس زمانہ میں تمہاری تعداد کم نہ ہوگی، بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہوگے۔ لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمنوں کے سینے سے تمہاری ہیبت نکل جائے گی۔ اور تمہارے دلوں میں پست ہمتی گھر کر جائے گی۔ اس پر ایک آدمی نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! یہ پست ہمتی کس وجہ سے آئے گی۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ اس وجہ سے ہوگی کہ تم آخرت سے محبت کرنے کے بجائے دُنیا سے محبت کرنے لگو گے اور خدا کی راہ میں جان دینے کی آرزو کی بجائے موت سے بھاگنے اور نفرت کرنے لگو گے"۔

(راہ عمل)

اس بات کو حضورؐ نے دوسری جگہ اس طرح فرمایا:۔

"جو شخص دُنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو ضرور تباہ کرے گا اور جس شخص کو اپنی آخرت محبوب ہوگی، وہ اپنی دُنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ اے لوگو! تم باقی رہنے والی زندگی کو فنا ہو جانے والی زندگی پر ترجیح دو"۔

چنانچہ حضورؐ کے فقر کا راز یہی تھا کہ آپؐ نے باقی رہنے والی زندگی کو اپنی فنا ہونے والی زندگی پر مثالی طور پر ترجیح دے رکھی تھی اور یہی ترجیحِ آخرت آپ ہر مسلمان میں بھی پسند فرماتے تھے۔ اس لیے جہاں حضورؐ نے عبادات کے ذریعہ اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ وہاں معاملات کے ذریعے

بھی اپنا اسوۂ حسنہ پیش فرمایا - آپؐ نے اسلامی انقلاب برپا کرکے اور اس کے مختلف مراحل سے گزر کر بھی اپنا اسوۂ حسنہ پیش فرمایا اور ایک دُنیوی زندگی گزار کر بھی اپنا اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ اس طرح وہ انقلاب پائیدار ہوگیا جو حضورؐ نے اللہ کی تائید کے ساتھ اپنی حکمتِ دین، تدبیرِ سیاسی، جنگی حکمتِ عملی اور خداترسانہ پُرمشقت زندگی کا سرمایہ لگا کر برپا فرمایا تھا۔

غرض یہ بات اپنی جگہ پر مسلّم ہے کہ حضورؐ کا فقر قلتِ مال و دولت اور عسرتِ سر و سامان کا نہیں تھا۔ حضورؐ تو ہزاروں اور لاکھوں لوگوں کو مالِ غنیمت فراخدلی کے ساتھ تقسیم فرماتے تھے۔ ایک ایک شخص کو اپنی عنایات سے لاد دیتے تھے۔ سیروں سونا اور منوں چاندی ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان لوگوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپؐ کو روپے پیسے کی قلت کا کوئی مسئلہ نہ تھا، بلکہ آپؐ نے اپنے اسلامی انقلاب کا مزاج ہی یہ طے کیا تھا کہ دریا کے کنارے کھڑے ہوکر خود پیاسے رہتے ہوئے ساری دُنیا کو سیراب کرنا ہے۔ سیاسی انقلاب کا یہی وہ مزاج ہے جو اگر نہ ہو تو وہ حقیقی اسلامی انقلاب ہے، ورنہ بادشاہتیں تو روز بدلتی رہتی ہیں۔ ایک بادشاہ کے ہٹنے اور دوسرے بادشاہ کے آنے سے دُنیا کے احوال میں نہ فرق آتا ہے اور نہ اس سے کوئی انقلاب برپا ہوتا ہے۔

(باقی)

ترجمۂ قرآن مجید
از: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
مختصر حواشی کے ساتھ
تیسرا ایڈیشن

طباعت کے آخری مرحلے میں ہے۔ قارئین و محققین حضرات سے التماس ہے کہ سابقہ ایڈیشنوں میں کتابت، اعراب یا طباعت میں کوئی دوسرا سقم رہ گیا ہو تو اس کے بارے میں ادارے کو مطلع فرمائیں۔ یہ ایڈیشن محدود تعداد میں شائع کیا جا رہا ہے۔ تاجرانِ کتب اپنا آرڈر پہلے سے بُک کرالیں تاکہ حصول میں مشکل پیش نہ آئے۔

اِدارہ ترجمان القرآن - ۵ - اے ذیلدار پارک، اچھرہ - لاہور - فون نمبر ۴۱۰۳۱۶